

عقد ذمہ کی شرعی و آئینی حیثیت

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

عقد ذمہ یا عہد و بیان محض رسمی دکھاوے کی اور کاغذی کارروائی نہیں ہوتی بلکہ اس کی حیثیت دائی ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والی کوئی حکومت اس کو ختم کرنے کی مجاز نہیں۔ البتہ معاهدین خود معاهدہ توڑ دیں یا شرعاً کا پاس نہ کریں تو دوسرا بات ہے ورنہ اسلامی حکومت کے نزدیک اس کی حیثیت دائی ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اہل مقام، اہل نہیں اور اہل غیر کے ساتھ جو معاهدہ کیا یا جوانہ نہیں امان نامہ دیا اس میں ”مادامت السموات والارض“ کے الفاظ ہیں۔ یعنی یہ معاهدہ/امان نامہ تا قیامت تھا رے لئے ہے۔ اے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی شہادت کے وقت اپنے مابعد خلیفہ کو ذمیوں سے متعلق جو وصیت فرمائی اس میں فرمایا:

وَاوَصِيهِ بِذَمَّةِ اللَّهِ وَذَمَّةِ رَسُولِهِ مُحَمَّدٌ إِنْ يَوْمَ يَوْفَى لِهِمْ بِعِهْدِهِمْ وَإِنْ يَقْاتِلُ مِنْ وَرَاهِيمْ وَلَا يَكْلِفُوا إِلَّا طَاقَتِهِمْ ۝

میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ اہل الذمہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو ذمہ دیا گیا ہے اس کی حفاظت کرئے ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کرئے ان پر حملہ ہو تو ان کے دفاع میں جگ کرے اور ان پر اتنا ہی بوجہ (جزیہ) ڈالے جتنا کہ وہ اٹھا سکیں۔

اسلام میں عقد ذمہ کی آئینی حیثیت کیا ہے اور اسے پورا کرنا کس قدر ضروری ہے؟ اس کے بارے میں مشہور حنفی فقیہ علامہ ابو مکر اکاساؓ نے عقد ذمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

بہاں تک عقد ذمہ کی صفت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ ہمارے (اہل اسلام کے) حق میں توازام ہے کہ مسلمان اسے توڑنے کا کسی حال میں بھی اختیار نہیں رکھتے، البتہ ذمیوں کے حق میں یہ لازم نہیں ہے۔ تاہم فی الجملہ یہ ٹوٹنے کا احتمال رکھتا ہے۔ لیکن یہ صرف تین امور میں سے کسی ایک امر سے ہی

☆ امام صاحب کے ندویک اگر حقیقت پر عمل ناہیں بھی روپ بھی مبارک اس کا ناجب بننے کا ☆

ٹوٹ سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ذمی اسلام قبول کر لے کیونکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، عقدہ مہ تو قبول اسلام کے دیلے کے طور پر باندھا جاتا ہے اور اس کے اسلام قبول کرنے سے یہ مقصود حاصل ہو گیا۔ وہ سرا امر یہ ہے کہ وہ دار الحرب سے جامنے کیونکہ دار الحرب سے جامنے سے وہ بمنزلہ مرتد کے ہو جاتا ہے۔۔۔ تیسرا امر یہ ہے کہ وہ کسی علاقے پر غلبہ حاصل کر لیں اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اہل حرب ہو جاتے ہیں اور معاهدہ الاممال ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔

یہ عقدہ مہ اسلام میں کس قدر مضبوط ہوتا ہے اور اسلامی ریاست اس کی کس حد تک پابند ہے؟ اس سلسلے میں علامہ کاسائی نے فتحی کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

”اگر کوئی ذمی جزیہ دینے سے انکار کروے تو بھی یہ عہد نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا انکار مال نہ ہونے کے عذر کی وجہ سے ہو۔ لہذا ایک اور احتمال کے ہوتے ہوئے معاهدہ نہیں ٹوٹے گا۔ اسی طرح اگر وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں سب و شتم کرے تو بھی معاهدہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ تو کفر پر کفر کا اضافہ ہے۔ اور معاهدہ اگر اصل کفر کیساتھ باقی رہتا ہے تو کفر کے اضافے کے ساتھ بھی باقی رہے گا۔ اسی طرح اگر وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کا مرتكب ہو تو بھی معاهدہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ جو نہا ہیں جن کا اس نے ارتکاب کیا یہ قباحت اور حرمت میں کفر سے تو کترت ہیں۔ توجہ کفر کے ساتھ عقدہ مہ باقی رہتا ہے تو معصیت کے ساتھ بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم“ ۵

جبکہ دیگر ائمہ مجتهدین کے نزدیک ان جرائم سے عقدہ مہ /معاهدہ ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔

”اس قدر اہمیت اور اس قدر پاس اس لیے ہے کہ اسلامی ریاست اہل الذمہ سے جو معاهدہ کرتی ہے تو وہ ناب الہی بن کر کرتی ہے اور اس کا اصل الذمہ سے معاهدہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر ایک معاهدہ ہوتا ہے۔ اس معاهدہ کا پورا کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ وہ ان کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔ اس ذمہ داری کو اسے ہر قیمت پر ادا کرنا ہو گا۔ حتیٰ کہ ان کے تحفظ کے لیے اسے دشمن سے جنگ بھی کرنی پڑتے تو اس سے گریزنا کرے۔ سید مودودی نے ذمی کی تعریف کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”اسلامی حکومت یہ ذمہ محض اپنی طرف سے یا مسلم باشندوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے لیتی ہے اور اس کی اہمیت اس درجے کی ہے کہ اگر کسی غیر مسلم حکومت ☆ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ نکاح بھی عقدہ مالی ہے☆

میں مسلمانوں کا قتل عام بھی کرو لا جائے تو ہم اتفاقاً اپنے ملک میں اس کے ہم نہب ذمیوں کا باہل تک پہنچنیں کر سکتے۔ ایک اسلامی حکومت میں کوئی پارلیمنٹ ان کے شرعی حقوق غصب کرنے کی سرے سے مجاز ہی نہیں ہے۔ ۶۔

عقد ذمہ کے ذریعے اسلامی ریاست احل الذمہ کے جن حقوق کا ذمہ اٹھاتی اور جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے، ان کی آئینی حیثیت اور شریعت میں ان کے مرتبہ و مقام کے متعلق مولانا مین احسن اصلاحی نے لکھا ہے:

”جو حقوق یہاں بیان کیے جا رہے ہیں ان کی حیثیت دنیا کے عام دستوری تحفظات کی ہی نہیں ہے کیونکہ ایسے تحفظات میں سے اکثر کی اول تکتاب دستور کی زینت ہونے سے زیادہ کوئی قیمت ہی نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی بھی ہے تو اسی وقت تک اور اسی حد تک جس حد تک حکومت کی حکمت عملی اور اغراض کے لیے ضروری یا مفید ہو۔ یہ سارے حقوق اسلامی شریعت کے اسی طرح اجزاء ہیں جس طرح خدا اور رسول ﷺ کے عائد کردہ دوسرے فرائض اور واجبات۔ اس لیے ان کا بہر شکل اور بہر حال قائم رکھنا اسلامی حکومت کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح شریعت کے دوسرے احکام و واجبات کا۔ اگر ان میں سے کسی حق کو بھی بغیر کسی واقعی عذر کے ضائع کیا گیا تو اسلامی ریاست صرف اس زمین ہی پر اس کے لیے جوابدہ نہیں بلکہ اس کے بعد اس کی اصل جوابدہ خدا کے سامنے ہے اور وہاں اس مقدمہ میں مظلوم احل الذمہ کے وکیل جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے، خود محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔

ذمیوں کو یہ حقوق مسلمانوں یا ان کی حکومت کی طرف سے نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اور ان کی حفانت پر دیے جاتے ہیں۔ ان کی ادائیگی میں دانستہ اور بلا عذر کوتاہی خدا اور رسول ﷺ سے خیانت اور غداری ہوگی۔ ذمیوں کے یہ حقوق کم سے کم ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے عطا کیے جانے کی وجہ سے ان میں ذرا سی کی کرنے کا بھی کسی اسلامی حکومت کو حق نہیں ہے۔ ان سے زیادہ وہ جو چاہے دے مگر ان میں سے کوئی حق کرنے کی وہ مجاز نہیں۔“ ۷۔

ایک اسلامی ریاست جب کس غیر مسلم قوم کے ساتھ باقاعدہ یہ معابده کرتی ہے تو اس معابده یا امان نامہ میں کیا کیا ذمہ داری قبول کرتی ہے؟ کن حقوق کی حفانت دیتی ہے؟ کس طرح اس کے تمام حقوق ☆ حضور ﷺ نے فرمایا ایک درہم کو دو درہم کے بدلے اور ایک صارع کو دو صارع کے بدلے نہ پیچو۔

اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا ذمہ اٹھاتی ہے؟ اور یہ معاهدہ قانونی و آئینی طور پر کتنا قطعی وابدی ہوتا ہے؟ ان چیزوں کا اندازہ ان معاهدات سے لگایا جاسکتا ہے جو عبید بنوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد خلفاء راشدین[ؓ]، اموی و عباسی خلفاء اور بعد کی اسلامی حکومتوں کے زمانے میں غیر مسلموں سے کیے گئے۔ مثلاً یہود مذہب سے سمیت دیگر غیر مسلم قبائل کے ساتھ کیا گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معاهدہ "یثاق مدینۃ" نجران کے عیسائیوں سے معاهدہ نبوی، اہل ایلیا (شام) کے ساتھ حضرت عمرؓ کا معاهدہ اہل مصر کے لیے حضرت عمر بن العاصؓ کا امان نامہ وغیرہ ان معاهدات میں غیر مسلموں یا اہل الذمہ کو جس فرائدی سے تمام انسانی حقوق کی حفاظت دی گئی اور جس کمال مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا گیا اس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلے ابواب میں آجائے گی۔ تاہم یہاں ذیل میں ہم اس قسم کے معاهدوں کا ایک اجمانی نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں جس سے درج بالا سوالات کا جواب اور عقدہ مذہبی آئینی حیثیت اور تمام حقوق و جزئیات کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ عقدہ مذہبی یا امان نامہ کا یہ نمونہ مشہور انشاء پرواز اور ماہر سیاست علامہ القلقنی نے اپنی منفرد تالیف "صحیح العاشی فی صناعة الانشاء" میں درج کیا ہے۔ ایک اسلامی ریاست کے سربراہ یا خلیفہ کی جانب سے کسی غیر مسلم فرد یا قوم کے لیے یہ معاهدہ کن الفاظ میں اور کس اسلوب میں لکھا جانا چاہیے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جب یہ معاهدہ / امان نامہ لکھا جائے تو ان الفاظ میں لکھا جائے:

هذا کتاب امان کتبہ عبد اللہ فلاں ابو فلاں امیر المؤمنین الفلانی "اعز اللہ تعالیٰ به الدین و ادام له التمکین لفلان الفلانی" فانہ قد امنہ بامان اللہ تعالیٰ و امان رسولہ ﷺ و امانہ علی نفسہ و مالہ و شعرہ و اہله و ولدہ و حرمه و اشیاعہ و اتباعہ و اصحابہ و حالہ و ذات یده و املاکہ و رباعہ و ضیاعہ و جمیع مایخصہ و یخصهم امانا صحبی حانافذ او اجالا ز مالا ینقض ولا یفسخ ولا یبدل ولا یتعقب بمخالفۃ ولا دهان ولا مواربة ولا حیلة ولا غیلة واعطاہ علی ذالک عهد اللہ و میثاقہ و صفة یمینہ بنیة خالصۃ له ولجمیع من ذکر معہ و عفالہ عن کل جرمیمة متقدمة و خطینة سالفۃ الیوم تاریخ هذا الامان واحله من ذالک کله واستقبلہ بسلامة النفس ونقاء السريرة واجب له من الرعایة ماوجبه لامثاله ممن شمله ظله وکفته رعایته حاضر او غائب او ملکہ من اختیارہ قریباً و یعیداً وان لا یکرہه على مالا یریده ولا یلزمہ بما لا یختاره وغیره ذالک مما یقتضیه الحال ویدعو الیه المقام۔ ۸

☆ دلالات انص سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جو منصوص علیے حکم کی علت کے طور پر ازروئے لفظ معلوم ہوتا ہے ☆

یہ ایک امان نامہ/معاہدہ ہے جسے اللہ کے بندے فلاں بن فلاں امیر المؤمنین فلاں اللہ اس کے ذریعے دین کو عزت و غلبہ عنایت فرمائے اور اس کے اقتدار کو قائم رکھنے فلاں آدمی کے لیے تحریر کیا ہے۔ بے شک امیر المؤمنین نے اسے اللہ تعالیٰ کی امان اس کے رسول ﷺ کی امان اور اپنی ذاتی امان کی بنیاد پر اسے امان دی ہے۔ اس کی ذات اس کے مال اس کے بال اس کی جلد اس کے اہل خانہ اس کی اولاد اس کی بیوہ اس کے مدگاروں اس کے بیروکاروں اس کے ساتھیوں اس کے مال اس کی مقبوضہ چیزوں اس کی املاک اس کے گھر بار اس کی جائیداد اور جو چیز بھی اس کی ملکیت میں ہے سب کے لیے ایسی امان جو بالکل صحیح ہے۔ جو نافذ العمل، واجب اور لازم ہو گی جسے کبھی توڑا جاسکے گا نہ فتح کیا جاسکے گا اور نہ تبدیل کیا جاسکے گا۔ اس امان نامہ کے بعد معاہدے سے کسی قسم کا فریب چالا کی مکاری، حیله اور وہ کائنیں کیا جائے گا اور اس عہد/امان نامہ پر اسے اللہ کا عہد ویثاق اور اس کی قسم دی جاتی ہے۔ اس کے لیے اور اس کے ساتھ جن لوگوں کا ذکر کیا ہے سب کے لیے خالص نیت کے ساتھ۔ اس امان نامہ/معاہدہ کی تاریخ سے پہلے کی اس کی تمام غلطیاں اور گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہمیشہ نفس کی سلامتی اور پاکیزگی کے ساتھ پیش آیا جائے گا اور اس کے لیے بھی انہی مراعات کو ملاحظہ رکھا جائے گا جو اس قسم کے دیگر معاہدیں اور رعایا کے لیے رکھی جاتی ہیں۔ اور اسے کسی ایسی چیز پر مجبور نہیں کیا جائے گا جسے وہ نہیں چاہتا ہو گا اور اس پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جائے گی جسے وہ اختیار کرنا نہیں چاہتا ہو گا۔ اور اس کے علاوہ حسب حال و موقع دوسری ضروری اور وضاحت طلب چیزوں کا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔

عالمی منشور انسانی حقوق کی آئینی حیثیت۔ تقابلی جائزہ

اسلام میں عقدہ مدد کے ذریعے اہل ذمہ کو جو انسانی اور شہری حقوق دیے جاتے ہیں ان کی آئینی قانونی اور شرعی حیثیت کا مختصر جائزہ لینے کے بعد مناسب ہو گا کہ اقوام متحده کے معروف "عالمی منشور انسانی حقوق" (Universal Declaration of Human Rights) مجریہ ۱۹۴۸ء کی تھیت اور آئینی حیثیت کا بھی جائزہ لے لیا جائے تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ یا دوسرے لفظوں میں اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق اور مفاد پرست اقوام کے دیے گئے نام نہاد انسانی حقوق کے درمیان بنیادی فرق و امتیاز کا اندازہ لگایا جاسکے۔ چنانچہ مولانا مودودیؒ نے دور حاضر میں انسانی

☆ عبارۃ انص سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جس کے لئے کام کو چالایا گیا اور اس کا قصد کیا گیا ہو ☆

حقوق کے شعور کی ارتقائی تاریخ پر اجتماعی نظر ڈالتے ہوئے آخر میں اقوام متحده کی طرف سے ۱۹۴۸ء کو پاس ہونے والے عالمی منشور حقوق انسانی کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد اس کی آئینی و قانونی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

اس پورے منشور کے کسی جزو سے کوئی اختلاف کسی بھی قوم کے نمائندوں نے نہیں کیا۔ اختلاف نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ صرف عام اصولوں کا اعلان و اظہار تھا۔ کسی نوعیت کی پابندی کسی پر بھی عاید نہ ہوتی تھی۔ یہ کوئی معاهدہ نہیں ہے جس کی بناء پر دستخط کرنے والی تمام حکومتوں اس کی پابندی پر مجبور ہوں اور یہن الاقوامی قانون کے مطابق ان پر قانونی وجوب عاید ہوتا ہو۔ اس میں واضح طور پر یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ ایک معیار ہے جس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر بھی بعض ملکوں نے اس کے حق میں یا اس کے خلاف ووٹ دینے سے احتساب کیا۔ اس مختصر بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اول مغربی دنیا میں انسانی حقوق کا تصور یہ دو تین صدیوں سے پہلے اپنی کوئی تاریخ نہیں رکھتا۔ دوسرے اگر آج ان حقوق کا ذکر کیا بھی جائے تو ان کے پیچے کوئی سند (Authority) اور کوئی قوت نافذہ (sanction) نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف خوشنام خواہ شatas ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے حقوق انسانی کا جو منشور قرآن میں دیا اور جس کا خلاصہ حضور نبی کریم ﷺ نے جنت الوداع کے موقع پر نشر فرمایا، وہ اس سے قدیم تر بھی ہے اور ملت اسلامیہ کے لیے اعتقاد اخلاق اور مذہب کی حیثیت سے واجب الاتباع بھی۔ پھر ان حقوق کو عمل لاقائم کرنے کی بے مثل نظریں بھی حضور پاک ﷺ اور خلفاء راشدینؓ نے چھوڑی ہیں۔ ۹۔

اسی طرح جناب صلاح الدین نے عالمی منشور حقوق انسانی کی ”تیس دفعات“ کی دفعہ و تفصیل اور اندر اج کے بعد اس منشور کی حقیقت اور اقوام متحده کی بے بسی پر متعدد مغربی مفکرین کی آراء اور تبصرہ جات درج کیے ہیں اور آخر میں اس کی آئینی و قعت و حیثیت اور اصلاحیت سے بس پرداہ اٹھایا ہے:

”منشور انسانی حقوق کے مطالعہ اور اس پر کیے گئے تصریفوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہن الاقوامی سطح پر انسان کی اجتماعی کوششیں بھی اس کے لیے پروقار اور آبرو مندانہ زندگی کو کوئی ضمانت مہیا نہیں کر سکتیں۔ وہ اپنے اپنے ملک میں حکومتوں کی تہرانی کے سامنے جتنا بے بس و بے اختیار پہلے تھا اتنا ہی آج بھی ہے بلکہ حکومتوں کے دائرہ کار اور اس کے اختیارات میں مسلسل وسعت و اضافے نے بیانی حقوق اور شہری آزادیوں کو بالکل بے معنی بنا دیا ہے۔ منشور انسانی حقوق کی حیثیت ایک تھی وہ ہے جس کی مراد کسی عارضہ کی وجہ سے بھی ہوئی ہو صیغہ کی وجہ سے نہیں۔“

خوشنادتا ویرزے زیادہ کچھ نہیں۔ اس میں حقوق کی ایک فہرست تو مرتب کردی گئی ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک حق بھی اپنے پیچھے قوت نافذ نہیں رکھتا۔ یہ نہ ریاستوں پر کوئی قانونی پابندی عائد کر کے نہیں بنیادی حقوق سلب کر لینے سے باز رکھنے کا کوئی اهتمام کرتا ہے اور نہ کسی فرد کے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کے لیے کسی قانونی چارہ جوئی کا کوئی نظام مہیا کرتا ہے۔ اس طرح یہ منشور تحفظ انسانی حقوق کے معاملہ میں بالکل ناکارہ اور ناقابلِ اعتماد و تاویز ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بس اتنا ہے کہ اس نے انسانی حقوق کا ایک معیار قائم کر دیا ہے اور عالمی انسانی برادری کو اپنے حقوق کے تحفظ کا ارتقائی احساس و شعور بخشنا ہے۔ معاشرہ میں فرد کی اہمیت پر زور دیا ہے اور اس کی مدد سے نواز دادمالک اپنے آئین وضع کرتے وقت بنیادی حقوق کے رکی باب کو سہولت کے ساتھ مرتب کر لیتے ہیں۔ اس منشور کی حیثیت سرا سرا اغراقی ہے۔ قانونی نقطہ نظر سے اس کا کوئی وزن و مقام نہیں۔ بنیادی حقوق کے محافظہ کی حیثیت سے اس منشور کی قوت و اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف سیاسی قیدیوں کے معاملات سے متعلق بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی اینٹرنشنل (Amnesty International) کی شائع شدہ رپورٹ برائے سال ۷۶-۷۵ کے مطابق اقوام متحده کے ۱۳۲ ارکن ممالک میں سے ۱۱۳ ملکوں میں بنیادی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کی گئیں اور طاقت کے بیجا استعمال، بلا جواز گرفتاریوں، سیاسی قید و بند ببر و تشدد اور سزاۓ موت کے واقعات اور پرلس پر پابندی عدیہ کے اختیارات میں کمی، آمرانہ قوانین کے نفاذ اور بنیادی حقوق منسوخ و معطل کئے جانے کے اقدامات میں عالمگیر سطح پر تشویش ناک اضافہ ہوا ہے۔ ۱۰۔

حقوق انسانی کے حوالے سے مذکورہ بالتنظیم Amnesty International کی بعد کی سالانہ رپورٹوں میں بھی حقوق انسانی کے علمبردار ممالک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی بیبی صورت حال ہے۔ چنانچہ ۲۰۱۰ء کی سالانہ رپورٹ میں حقوق انسانی کے تحفظ کے دعویدار مختلف ممالک کے اندر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے اعداد و شمار (جن کی تفصیل طوالت کا موجب ہوگی) دیتے ہوئے لکھا ہے:

No one should be above the law. But all too often, those who commit the worst kinds of human rights abuses are not brought to justice. The world's leaders must do much more to protect people's rights 11

☆ حکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لا محال طور پر وااجب ہوتا ہے ☆

عصر حاضر میں ذمی کی اصطلاح کا جائزہ

پاکستان سیاست تمام اسلامی ممالک میں اس وقت جتنے غیر مسلم لوگ آباد ہیں آیاں کے لیے ذمی کی اصطلاح استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں موجودہ مبنی الاقوامی صورت حال اور سوچ کچھ اس طرح کی ہے کہ شرعی اصطلاح میں ذمی کا لفظ جیسا کہ اوپر گزرا چاہے کتنا ہی بامعنی مقدس اور ذمہ داری و حفاظت کا مفہوم لیے ہوئے ہو اور اس میں ذلت و تحقیر کے معنی کی مسلمان جتنی لفی کریں، غیر مسلم اس لفظ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ذمی کے تصور سے وہ دوسرے درجے کے شہری قرار پاتے ہیں۔

علاوه ازیں اسلامی ممالک میں غیر مسلم شہریوں کا قیام باقاعدہ عقدہ مدنی کی رو سے نہیں دوسرے تمام اسلامی ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کو استعماری طاقتون کی تائید و حمایت حاصل ہے، تیسرا ہے اسلامی ممالک کی سیاسی و عسکری اور معاشری صورت حال بھی سراسر استعماری طاقتون کے رحم و کرم پر محصر ہے۔ ارباب اختیار و اقتدار میں ایمانی جرأت اور حیثیت وغیرہ کا جذبہ بھی قبل رحم حد تک مفقود ہے ایسے ”الضرورات صحیح الحظورات“^{۱۲} (جبور یا ممنوع چیزوں کو بھی جائز قرار دے دیتی ہیں) کے مسلم

نمی کتاب

حیاتِ کاشغری

حضرت مولانا جامی کے استاذ و شیخ حضرت مولانا سعد الدین کاشغری
کی سوانح حیات



مولف: محمد یسین چحتائی

ملنے کا پتہ: گلی نمبر ۳ جامی منزل فتح آباد شرق ستیانہ روڈ فیصل آباد

فون: 041-8549141

☆ مفسر کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لا احوال طور پر واجب ہوتا ہے ☆

فقہی قاعدہ کی رو سے ضروری نہیں کہ ان حالات میں غیر مسلموں کے لیے "ذمی" کی اصطلاح پر ہی زور دیا جائے۔ ذمی کی مذکورہ تعریف کے مطابق اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں نہیں آنا چاہتے تو یہ ان کی صوابید ہے۔ اس کے علاوہ اسلام لفظوں میں بخشنے کی وجہے اصل مقصد کو ترجیح دیتا ہے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے معاهدہ میں اہل مکہ کے نمائندے نے "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے ان الفاظ پر زور نہیں دیا بلکہ اس کی رائے کے مطابق کاتب معاهدہ حضرت علی المتفقیؓ کے نہ چاہیے کے باوجود اپنے ہاتھ سے محمد بن عبد اللہ لکھ دیا اور یوں اس معاهدہ صلح کو پایہ تھکیں تک پہنچا دیا۔ ۱۳۔

موجودہ حالات میں غیر مسلموں کے لیے ذمی کی اصطلاح کے لیے اصرار نہ کرنے پر خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ کے اس فیصلے سے بھی استشهاد کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے نصاریٰ بنی تغلب کی خواہش پر ان سے جزیہ کی وجہے دو گناہ صدقہ (زکوٰۃ) لینے پر صلح کر لی تھی۔ ۱۴۔

غیر مسلموں کے بارے میں "اشداء علی الکفار" کی شان کے حامل خلیفہ حضرت عمرؓ نے بنی تغلب سے جزیہ کی وجہے دو گناہ کوہ پر صلح کیوں فرمائی؟ اس کی حکمت و مصلحت سے پرتبہ کرتے ہوئے ابو عبیدؓ نے لکھا ہے:

ہمارے خیال میں انہوں نے جزیہ کا نام اڑا کر یہ صورت اس لیے جائز رکھی کہ انہیں بنی تغلب کی طرف سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ وہ جزیہ کے نام سے بیزاری ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں اور وہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر انہیں (اسی نام پر) مجبور کیا گیا تو وہ رومیوں سے جالمیں گے اور اسلام کے خلاف ان کے مددگار بن جائیں گے۔ پھر ان پر یہ حقیقت بھی مکشف تھی کہ اگر ان سے واجب جزیہ لینے کے ساتھ ہی اتنی رعایت کر دی جائے کہ اس کا نام (جزیہ) باقی نہ رکھا جائے تو اس سے مسلمانوں کو کوئی گزندہ پہنچے گا۔ بنابریں انہوں نے ان کے لیے جزیہ کا لفظ اڑا دیا اور اس کی واجب الادارہ صدقہ کے نام سے لینے لگے جو مسلمانوں سے وصول کی جانے والی زکوٰۃ سے دو گناہ ہوتی تھی۔ اس طرح ایک طرف تو ان کے خلفیں سے جامنے کے اندر یہ کا سد باب ہو گیا اور دوسری طرف ان کے ذمہ مسلمانوں کے جو واجب الادارہ حقوق تھے وہ بھی پورے پورے وصول ہو گئے۔ اور اس فیصلہ میں حضرت عمرؓ صاحب الرائے اور اپنی جگہ بالکل حق بجانب تھے۔ ۱۵۔

بالکل یہی صورت حال عالم اسلام میں غیر مسلموں کے لیے ذمی کی اصطلاح استعمال کرنے

میں ہے۔ لہذا ان کی ذہنی تکمیل کے لیے غلبہ اسلام کے زمانے کی مذکورہ اصطلاح پر زور دینے کی وجہے "غیر مسلم اقلیت" کی اصطلاح استعمال کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ ظفر نہیں آتا۔

حوالہ

۱۔ داکٹر حمید اللہ سیاسی و شیفہ جات (وثیقہ نمبر ۳۲) ص: ۵۹

۲۔ بخاری: الجامع الصیح (کتاب المناقب باب قصہ البيعة والاتفاق علی عثمان رضی اللہ عنہ) / ۱/ ۵۲۳، رقم: ۳۷۰۰

ابو یوسف کتاب الخراج ص: ۱۱۲، ابو عبید، کتاب الاموال (عربی)، ص: ۲۷

۳۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ایش ایم سعید کپنی کراچی، ۱۴۰۵ھ / ۱۱۲

۴۔ حوالہ مذکور، ص: ۱۱۳

۵۔ دیکھیے: امام شافعی، الام (مع مختصر المزنی)، ۲۰۸-۲۱۰، بیہقی، السنن الکبری (کتاب الجزیرۃ)، ۱۳۹-۱۴۲

الموسوعۃ الموسوعۃ الفقہیۃ (کویت)، ۱/ ۱۲۳

۶۔ اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ص: ۳۸۳

۷۔ اسلامی ریاست، دارالفنون کیراردو بہارلا ہوڑہ، ۲۰۰-۲۰۱، ص: ۲۰۱-۲۰۰

۸۔ صحن الغاشی فی صناعة الانشاء (المقالۃ التاسعة۔ الباب الثاني)، دارالكتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۳۰

۹۔ اسلامی ریاست ص: ۵۵۲-۵۵۳

۱۰۔ بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن لاہور (ص: ۹۶-۹۵)

11. <http://humanrightshouse.org/14314.html>

۱۲۔ ابن حبیم زین الدین بن ابراہیم (م: ۹۷۰) الاشیاء والظائر، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
ست۔ ان: ۱/۱۸

۱۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: بخاری، الجامع الصیح بیع شرح کرمی (کتاب المغازی باب عمرۃ القضاۓ) دارالحیاء
الترااث العربی بیروت، ۱۹۸۱ء/ ۱۹۸۰ھ، رقم: ۲۹۶۶

۱۴۔ دیکھیے: امام ابو یوسف، کتاب الخراج ص: ۱۲۱-۱۲۰، ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال (باب
نمبر ۷۷۔ پیرہ نمبر ۱۶۹۳ تا ۱۶۹۳) ص: ۷۹۳-۷۹۸

۱۵۔ کتاب الاموال (پیرہ نمبر ۱۶۹۹) ص: ۷۹۷-۷۹۶